

اعلست والجماعت احناف دیوبند کا ترجمان

الافتاء

جلد 1 تحریر الحرم (حرم المفتی) ۱۴۳۲ھ شمارہ 7

بیاد امام اہلسنت و طہارت امام اہل تہذیب و اخلاق امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نور القلوب



حکایت

گستاخ رسول ﷺ کی سزا

قرآن و حدیث کی روشنی میں



اہلسنت والجماعت احناف دیوبند کا ترجمان



جلد 1 محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ شمارہ 7

فہرست مضامین**بانی:** ارسلان ٹکیل بھائی مدظلہ العالی**مدیر:** ساجد خان نقشبندی**مجلس شوریٰ اہلحق**

میاں ارسلان ٹکیل صاحب

امیر مجلس

غازی بھائی

مرکزی نگران و ناظم اعلیٰ

یا سر بھائی

ناظم اعلیٰ

حافظ سعد بھائی

ناظم اعلیٰ

مولانا حافظ محمد خان صاحب مدظلہ العالی

رکن مجلس شوریٰ

ساجد خان بھائی

رکن مجلس شوریٰ

ناصر نعمان

رکن مجلس شوریٰ

محترم ملک بھائی

این ہونٹ بھائی

کمپوزرز

ابوذر

ڈیزائنر**ویب سائٹ ڈیزائنرز و ٹیکنیشنرز**

عمر عثمان فاروقی بھائی

السیف بھائی

ویڈیو میکرز

عمر عثمان فاروقی بھائی

سہیل بھائی

ناظم دارالافتاء اہلحق

مفتی ایکسپوزنگ باطل صاحب مدظلہ العالی

درس قرآن

اداریہ

آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ کے نام

اور نکاح کا مختصر پس منظر

دیوبند قدم بقدم

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

گستاخ رسول کی سزا قرآن وحدیث کی روشنی میں

فجر کی دو رکعت سنتیں

توضیح مسئلہ رفع یدین

درس قرآن

وَيَوْمَ يَعْصُ الطَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلْبِسُنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ لَكَ حِجَابٌ أَلَّا تَرَى أَكْثَرَ النَّاسِ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢٨﴾ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِجَاءِنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَدُولًا ﴿٢٩﴾

(سورة الفرقان: آیت 27 - 29)

ترجمہ: اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا (اور کہے گا) کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا (۲۷) ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا (۲۸) اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔ اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے (۲۹)

تشریح: تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ آیات اگرچہ خاص عقبہ کے واقعہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن جیسا کہ الفاظ آیت کے عام ہیں حکم بھی عام ہے اور شاید اس جگہ دوست کے نام کے بجائے قرآن میں فلانا کا لفظ اسی عموم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ان آیات نے یہ بتلایا ہے کہ جو دو دوست کسی معصیت اور گناہ پر جمع ہوں اور خلاف شرع امور میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہوں ان سب کا یہی حکم ہے کہ قیامت کے روز اس گہرے دوست کی دوستی پر روئیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر انسان اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلا کرتا ہے اس لیے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کر لیا کرو کہ کس کو دوست بنانا ہے ہو۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔ (قرطبی)

اداریہ

ساجد خان نقشبندی

قارئین کرام یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ جن لوگوں نے اس ملک کے قیام کیلئے قربانیاں دیں ان کا مقصد صرف یہی تھا کہ اللہ کی اس سر زمین پر ایک ایسا خطہ حاصل کر لیا جائے جہاں وہ قرآن و سنت کے احکامات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جہاں کا سپریم لاء اللہ کا قانون ہو، جہاں ہر طرف اسلامی نظام خلافت کی بہاریں ہی بہاریں ہوں۔

مگر افسوس کہ جب اس ملک کو حاصل کیا گیا تو ایک ایسا طبقہ ملک کو چلانے کے لئے اس پر مسلط کر دیا گیا جو انگریز کا غلام اور نمک حلال رہا جن کے آباؤ اجداد نے مجاہدین کی جاسوسیاں کر کے مال و دولت کے ڈھیر کمائے بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بنے کوئی چوہدری کہلایا تو کوئی خان پکارا جانے لگا۔ تو دوسری طرف ان کی اولاد نے اس ملک میں لوٹ کھسوٹ کا وہ بازار گرم کیا کہ آج ملک پوری طرح دیوالیہ ہو چکا ہے۔

چونکہ اسلامی قوانین اور نظام عدل اس بد معاش طبقے کیلئے مرگ مفاجات ہے اس لئے یہ طبقہ ہمیشہ اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر اس کوشش میں لگا رہا کہ اس ملک میں علماء کی کوششوں سے جو تھوڑے بہت قرآن و سنت کے مطابق قوانین بنائے گئے ہیں اسے بھی کسی طرح ختم کر دیا جائے۔

حدود آردنیس میں ترمیم کا زخم ابھی بھرا نہیں تھا کہ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کی بازگشت سنائی دیے لگیں۔ کوئی بد بخت اسے کالا قانون کہہ رہا ہے تو کہیں سے یہ آواز آتی ہے کہ یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے جس میں تبدیلی ناگزیر ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے آقا و جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس کے تحفظ کا قانون انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا نافذ کردہ قانون ہے۔ جسکی تصریح قرآن کریم میں کر دی گئی ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الدِّينَ يُؤَدُّونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا .

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے اور آخرت میں ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ مگر دنیا میں ان لعنتیوں کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے چند ہی آیات بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَلْعُونَيْنِ جِ اِنْهُمْ اَتَقَفُوا اُخْذُوا وَ قُتِلُوا تَقْتِيلًا (الاحزاب: 62)

لعنت کئے گئے ہیں جہاں ملے پکڑو اور قتل کر دو برے طریقے سے قتل کرنا۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں وہ ایسے پھٹکارے ہوئے لوگ ہیں کہ دین میں ان کی سزا صرف موت ہے۔ خود نبی کریم رؤوف رحیم ﷺ کا یہ ارشاد عالی مقام ہے کہ:

من سب لبيا فاقتلوه و سب اصحابي فاضربوه (الشفاء، ص 372)

یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول کی سزا صرف موت ہے۔

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف (المتوفی ۱۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذبہ او عابه او تنقصہ فقہ کفر باللہ تعالیٰ و بابت

صنہ امراته فان تاب والا قتل . (کتاب الخراج ص ۱۸۲)

جس شخص نے بھی مسلمان ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تکذیب کی یا آپ پر کوئی عیب لگایا، یا آپ کی کوئی تنقیص کی تو بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کافر ہے اور اس کی بیوی اس سے بائن اور جدا ہوگئی سوا اگر وہ توبہ کر لے تو فیہا ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

امام قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ

وقال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبي ﷺ المتقص له كافر والوعبه جار عليه بعذاب الله له و حكمه عنه الامة القتل ومن شك في كفره و عذابه كفر

(شفاء ج ۲ ص ۱۹۰)

حضرت امام محمد بن سحنونؒ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اللہ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقان رسول ﷺ نے ہر دور میں ایسے گستاخوں کا سرتن سے جدا کیا ہے۔ اس وقت چونکہ معاملہ ایک عیسائی خاتون آسیہ ملعونہ کا چل رہا ہے اس لئے میں اس مناسبت سے دو واقعات کا ذکر کروں گا جن میں عورتوں کو قتل کیا گیا ہے۔

توہین رسالت ﷺ کی مرتکب عورتوں کا قتل

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا مرد کی شادی ایک کنیر سے ہوئی تھی وہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کے متعلق بات کرتی تو بدزبانی کرتی اس کے خاوند نے منع کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ ایک رات جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بدکلامی شروع کی تو اس کے نابینا خاوند نے اسے چاقو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنے پاس جمع ہونے کے لئے کہا پھر آپ نے بلند آواز سے کہا۔

”خدا کی قسم جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اس سے درخواست کرتا ہوں، مجھے پورا اختیار ہے میں اس

سے کھڑے ہو جانے کے لئے کہوں۔“

وہ شخص ٹھوکریں کھاتا ہوا خوف سے لرزاں اٹھا اور کہا یا رسول میں نے اس عورت کو قتل کیا ہے وہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی، اور سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے لوگو! گواہ رہو کہ اس کا خون بہانہ لازم تھا اور اس کے لئے کوئی بدلہ اور انتقام نہیں۔

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ

مدینہ منورہ میں ایک یہودیہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتی تھی اور آپ کی عظیم شخصیت کے خلاف بدزبانی بھی کرتی تھی ایک غیرت مند مسلمان نے اس کا گلا گھونٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کی تحقیق کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون بہا کو جائز قرار دیا۔

اس واقعہ کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

بائبل میں گستاخ کی سزا:

اس قانون کے خلاف سب سے زیادہ آوازیں یورپ سے اُٹھ رہی ہیں لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ خود انجیل میں بھی گستاخ کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی ہے ملاحظہ ہو:-

شریعت کی جو بات وہ (کاہن) تجھے سکھائیں اسے مان۔ شریعت کے مطابق جو کچھ وہ تجھے سکھائیں اور جو فیصلہ وہ تجھے بتائیں اس کے مطابق تو کر اور جو بات وہ تجھے بتائیں اس سے دہنے یا بائیں نہ مڑ اور جو آدمی اس کاہن کی گستاخی کرے جو خداوند تیرے خدا کی خدمت کرنے کے لئے وہاں کھڑا ہے یا قاضی کی بات نہ سنے وہ آدمی قتل کر دیا جائے اور تو اس شرارت کو اسرائیل سے دفع کر۔ تو سب لوگ سنیں گے اور ڈریں گے اور پھر گستاخی نہ کریں گے۔ (انجیل استثناء) (تثنیہ) باب ۱۷، آیت ۱۱-۱۳)

یورپ کے نام نہاد روشن خیالوں سمیت پاکستان میں اقلیتوں کے وزیر شہباز بھٹی جواب دیں کہ جب ایک کاہن کی گستاخی پر سزائے موت دی جاسکتی ہے تو اس ذات کی گستاخی کی سزا موت کیوں نہیں جو انبیاء کے امام ہیں سردارِ دو عالم باعث تخلیق کائنات ہیں۔

یارب صل و سلم دائما ابداعلی حبیبک

پوپ بینیڈی ڈکٹ کس منہ سے اس قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں جبکہ خود انجیل میں یہ احکام

موجود ہیں۔ ان کو شرم کرنی چاہئے وہ ہرگز اس عہدے کے اہل نہیں ہیں اس لئے کہ وہ انجیل کے اصل احکامات کو چھپا رہے ہیں بلکہ ان کے خلاف آواز اٹھا کر وہ انجیل کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

آسیہ ملعونہ کو اگر پاکستانی قانون کے تحت سزائے موت نہیں دی جاسکتی تو خود انجیل کے فیصلے کے مطابق اس ملعونہ کو جہنم واصل کیا جائے کیونکہ انجیل کا حکم ہے کہ ایسے شریر لوگوں کو سزائے موت دے کر ان کے شر کو دفع کیا جائے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی گستاخی کرنے کی جرات نہ ہو۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری یہ بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا یہ رات ان کی

ایک عمومی اعتراض اور اس کا جواب

میڈیا پر آج کل یہ سوال بھی بار بار اٹھایا جا رہا ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ تو بہت مشفق و مہربان تھے اور اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا کرتے تھے۔

در اصل اس غلط فہمی کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی توہین اور آپ ﷺ پر تنقید ایک انسان کی توہین کے برابر ہے یا زیادہ سے زیادہ ایک عظیم مصلح، رہنما اور مثالی ہستی کی تنقیص ہے۔ مگر یہ بنیاد اور اساس ہی غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت صرف محمد بن عبد اللہ کی نہیں بلکہ رسول اللہ کی بھی ہے۔ یعنی آپ ﷺ صرف ایک انسان نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تھے اور دین اسلام کے ہر حکم ہر عمل کے لئے اتھارٹی تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک بد بخت شان رسالت میں جب گستاخی کرتا ہے تو وہ صرف ایک انسان کی ہتک نہیں کرتا بلکہ درحقیقت :-

☆ وہ اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو نبی اور رسول تو اسی ذات نے بنایا۔

☆ وہ دین اسلام کو گالی دیتا ہے کیونکہ اسلام تو سوائے اتباع رسول کے اور کچھ نہیں۔

☆ وہ قرآن کریم کو گالی دیتا ہے کیونکہ اس کتاب الہی کو لانے والے نبی کریم ﷺ ہی تھے۔

☆ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم و بیش) انبیاء علیہم السلام کو گالی دیتا ہے کیونکہ اُن سب نے نبوت محمدی کا اقرار کیا تھا۔

☆ وہ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے عقیدے اور ایمان کو گالی دیتا ہے کیونکہ عشق رسول ایمان ہی کا دوسرا عنوان ہے۔

اس تفصیل کے بعد اصل بات واضح ہو جاتی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو تو یہ اختیار تھا کہ وہ اپنی ذات کو تکالیف اور ایذا پہنچانے والے کو معاف کر دیں لیکن یہ بھی تب جبکہ ان کا اثر اللہ کے دین تک نہ پہنچے ورنہ یہ معافی اور درگزر کا معاملہ نہیں ہوتا تھا۔

یہ فرق و تقسیم تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی اپنی ذات کے اعتبار سے تھی ورنہ ایک مسلمان کیلئے تو توہین رسالت کو معاف کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ تو اس کے ذمہ اللہ اور اس کے دین کا حق ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ان النبی ﷺ کان له ان يعفوا عن شتمه و سبه في حياته و ليس لامته ان يعفوا من ذلك
(الصارم المسلول، ص ۱۹۵)

نبی کریم ﷺ کو تو یہ اختیار تھا کہ وہ اپنے سامنے سب و شتم کرنے والے سے درگزر کر لیں لیکن آپ کی امت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس جرم کو معاف کر دے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ توہین رسالت کے موقع پر چشم پوشی اور بزدلی دکھانے کیلئے سیرت کا حوالہ وہ لوگ دیتے ہیں جو خود اپنی ذات پر ایک لفظ برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور اپنی توہین و تنقیص کا انتقام لینے کیلئے بسا اوقات ہزاروں انسانوں کی زندگیاں جھونک دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ کے نام

اور نکاح کا مختصر پس منظر

liketruth

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

سب سے پہلی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کی اسکا مختصر پس منظر یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت کا مال دے کر شام بھیجا اور انہی خدیجہؓ نے اپنا ایک غلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر سے واپس آئے تو غلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کئے حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنے کی خواہش مند ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام دیا اس طرح آپ کا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح ہوا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ العامری رضی اللہ عنہا

جب شوال 10 نبوی میں حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا تو آپ نے سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ آپ عمر میں کافی بڑی تھیں۔

حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

اس کے بعد 11 نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں سے زیادہ حضرت عائشہ کو محبوب رکھتے تھے لیکن اس محبوبیت کے باوجود کبھی بھی دوسری بیویوں میں نا انصافی نہیں کی۔ حضرت سودہ کی عمر زیادہ تھی

اس لئے حضرت سودہ کو شوہر کی زیادہ حاجت نہیں تھی لہذا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف محبت دیکھ کر اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہہ کر دی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

اس کے بعد آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جنیس بن حذافہ کی بیوہ تھیں اور علماء نے انکے بارے میں لکھا کہ وہ مرنے سے قبل مسلمان ہو گئے تھے اور ایمان کی حالت میں موت آئی۔

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

پھر آپ نے زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یہ عبداللہ بن جحش کی بیوہ تھیں اور انہوں نے حضور کی زندگی میں ہی وفات پائی۔

ام حبیبہ رملہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہا

پھر آپ نے ام حبیبہ رملہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو عبداللہ بن جحش جو ایک نصرانی تھا اسکی بیوہ تھیں۔ اور آپ کو مہر میں چار سو دینار دئے گئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی (حبشہ کا بادشاہ) نے دئے تھے۔

حضرت ام سلمہ ہند رضی اللہ عنہا

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ ہند رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو کہ آپ سے پہلے عبداللہ بن عبد الاسود کی بیوی تھی اور اس کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

پھر آپ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو آپ کی پھوپھی زاد تھیں اور انہی کو حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ۔۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے۔۔ نے طلاق دی تھی اور آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود پڑھایا جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مبارک حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

پھر اس کے بعد آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

آخر الذکر دونوں زوجہ قیدی بن کر آئیں تھیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

پھر حضور ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح ارسال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آپؐ دو مردوں کی بیوہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی ترتیب کے بارے میں علماء اور اہل سیر نے اختلاف کیا ہے مذکورہ ترتیب علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کتاب سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن اسحاق سے نقل کی ہے اسے بہتر ترتیب قرار کیا۔

دعا کی اپیل

ہمارے محترم ماہنامہ اہلحق کے مدیر ساجد خان بھائی کے داد محترم گل حسین کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا تھا انا اللہ وانا الیہ راجعون تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی خصوصی اپیل ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے ان کی قبر کو کشادہ فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے

آمین

دیوبند قدم بقدم

حافظ محمد سعد

دارالعلوم دیوبند

ہندوستان میں برطانوی سامراجیت کے دور استبداد میں حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریک کو جاری رکھنے، مسلمانانِ ہند کے جداگانہ تشخص کو برقرار رکھنے، مسلک حنفیہ کی مسند تدریس کو منور رکھنے، دشمنانِ اسلام، مشرکینِ ہندوستان اور عیسائی مبلغین کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کا بیڑا جس ادارے نے احسن طریقے سے اٹھایا۔ وہ دیوبند مکتبہ فکر ہے۔ اس درسگاہ کو اسلامی تعلیمات کی تدریس کے لیے الازہر یونیورسٹی، مصر کے بعد عالمگیر شہرت نصیب ہوئی۔

قیام کی وجوہات اور پس منظر:

حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی (ولادت 1248ھ مطابق 1833ء وفات 1297ھ مطابق 1879ء) برصغیر کی ان عظیم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اپنے دور اور بعد کے ادوار پر بڑے گہرے، دیرپا اثرات چھوڑے ہیں۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے فکری اور تدریسی سلسلہ سے متصل، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور ان کے مرید باصفا سید احمد شہید اور مایہ ناز شاگرد حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی جانشین تھے۔ انیسویں صدی عیسوی اور تیرہویں صدی ہجری کی ممتاز ترین شخصیات کی مختصر سی فہرست بنائی جائے تو اس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا اسم گرامی نمایاں ترین جگہ پائے گا۔

برصغیر ہندوپاک میں مغلیہ سلطنت کے بکھراؤ کے بعد ہندوستان کے اندلس بن جانے کا پورا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اسلام دشمن طاقتوں نے پوری منصوبہ بندی کر لی تھی کہ برصغیر کے مسلمان اپنا دین و ایمان، تہذیب و ثقافت سب کچھ بھول کر یا تو عیسائیت کی گود میں چلے جائیں یا ہندو مذہب اختیار کر لیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت ہند کی سرگرم پشت پناہی میں پادریوں کی فوج کی فوج یورپ کے مختلف ممالک سے آکر پورے

ہندوستان میں پھیل گئی تھی۔ اور پوری مشنری اسپرٹ کے ساتھ سرگرم عمل تھی، پادریوں کی کوششوں کا خاص نشانہ مسلمان تھے، مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے دباؤ اور لالچ کا ہر طریقہ اختیار کیا جا رہا تھا، پادریوں نے مناظرے کا بازار گرم کر کے اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف تشکیلی مہم چھیڑ رکھی تھی، تاکہ اسلام کے بنیادی عقائد اور تعلیمات سے مسلمانوں کا اعتماد اٹھ جائے اور ان پر تثلیث کا رنگ چڑھایا جاسکے۔ دوسری طرف آریہ سماج تحریک اپنے شباب پر تھی اور آریہ سماجی مبلغین اسلام کے خلاف بیہودہ اعتراضات کا بازار گرم کیے ہوئے تھے، اسلامی عقائد و تعلیمات کے خلاف اعتراضات پر مشتمل چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر مفت تقسیم کی جا رہی تھیں، کوچہ و بازار میں مسلمانوں کو مناظروں کا چیلنج دیا جا رہا تھا، مسلمانوں کو بہکانے اور بھڑکانے کی ہر کوشش کی جا رہی تھی۔

برطانوی سامراج کی اپنی بیڑیوں کو توڑنے کی ایک کوشش 1857ء میں کی گئی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جنگ آزادی کا یہ معرکہ شاملی کے مقام پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں لڑا۔ لیکن مسلمانوں کی فوج کو مختلف اسباب سے اس میں ناکامی ہوئی، اس کے بعد برطانوی حکومت ہند نے اپنے حلقے مزید تنگ کر دیے۔ مسلمانان ہند کے سیاسی اور معاشی زوال کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق، ثقافت، مذہب اور معاشرت پر بھی دور رس نتائج کے حامل برے اثرات مرتب ہوئے۔ مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی طور پر کچلنے اور فنا کرنے کی کوششیں تیز تر کر دی گئیں، ہزاروں علما اور مجاہدین آزادی تہ تیغ کر دیے گئے۔ بڑی بڑی املاک اور جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ مسلمانوں کے قیمتی اوقاف برباد کر دیے گئے۔ قدیم مدارس جو مسلم نوابوں اور امرا کی اعانت سے یا وقف کی آمدنی سے چلتے تھے، رفتہ رفتہ موقوف ہو گئے اور مسلمانوں کا مستحکم نظام تعلیم و تربیت، جو نئی نسل کی تربیت اور تیاری کا ضامن تھا، درہم برہم ہو گیا۔

ان حالات میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے 30 مئی 1866ء بمطابق 15 محرم الحرام 1283ھ کو قصبہ دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد (مسجد چھتہ) میں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس نیک کام میں انہیں مولانا محمود الحسن کے والد مولوی ذوالفقار علی صاحب اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولوی فضل الرحمن صاحب کا

عملی تعاون حاصل رہا۔ اس مدرسے کا آغاز مسجد چھتہ دیوبند کے انار کے درخت کے نیچے ایک معلم اور ایک طالب علم کے درمیان نشست سے ہوا۔ معلم مولوی محمود اور طالب علم محمود الحسن تھے۔ حسن اتفاق دیکھیے کہ استاد محمود، شاگرد بھی محمود اور عنوان بھی محمود۔ کسے معلوم تھا کہ یہ چھوٹا مدرسہ ایک دن دنیائے اسلام کی ایک عظیم درس گاہ بنے گا۔ ایک دفعہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے لکھنؤ جاتے ہوئے دیوبند سے گزرے، اسی جگہ بھی رکے جہاں مدرسہ قائم ہے اور فرمایا: ”یہاں سے مجھے علم کی خوشبو آتی ہے“ یہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کی روحانی بشارت تھی جو امیر المومنین، امیر جہاد کی زبان سے ادا ہوئی۔ دیوبند کے کردار کو دیکھ کر علامہ اقبال نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ”دیوبند ایک ضرورت تھی۔ اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل، وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے۔“ (اقبال کے حضور ص ۲۹۳)

دارالعلوم دیوبند کے مشائخ و بزرگان میں حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا یعقوب نانوتوی وغیرہ تھے اور اس ادارے سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا عزیز الرحمن، قاری محمد طیب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم، مولانا سید یوسف بنوری رحمہم اللہ وغیرہ جیسی شخصیات ظہور میں آئیں، جس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، جن کے اخلاص و تقویٰ اور علوم نبوت میں کمال دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جامعیت کا ملہ سے نوازا تھا ان کی تمام تر زندگی کتاب و سنت، اور اسلام اور اہل اسلام کی خدمات سے منور و روشن ہے، قرآن مجید کی تعلیم و تدریس ہو یا ترجمہ و تفسیر، طباعت و کتابت ہو یا حفاظت و اشاعت، احادیث رسول کا درس و تدریس ہو یا شرح و حاشیہ، نشر و اشاعت ہو یا نصرت و حمایت، مسائل فقہیہ کی ترویج و تصحیح ہو یا تعلیم و تبلیغ، الغرض ہندوپاک میں خصوصاً اور پورے عالم میں عموماً اسلام اور اہل اسلام کی مذہبی دینی، علمی، تفسیری، حدیثی، تشریحی، فقہی، تبلیغی اصلاحی، اخلاقی، روحانی اور سیاسی خدمات میں نمایاں بلکہ تمام

تر حصہ اکابر علمائے دیوبند اور ان کے متعلقین ہی کا ہے۔ علم و عمل، تقویٰ و طہارت، تصنیف و تالیف، تعلیم و تدریس، اصلاح و تربیت، ترویجِ باطل، احقاقِ حق، میدانِ جہاد، میدانِ سیاست ہر جگہ یہ حضرات امام نظر آتے ہیں۔ خدمتِ دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں ان بزرگوں نے اپنی جدوجہد کے انمٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں، انہی حضرات نے اعلیٰ کلمۃ اللہ اور آزادی کی تمام تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا، بلکہ انہوں نے ایسی ہر تحریک کی قیادت کی ہے۔ تحریکِ خلافت، تحریکِ آزادی ہند اور تشکیلِ پاکستان کی تمام تحریکوں میں اکابر دیوبند کا قائدانہ کردار رہا ہے، پاکستان بننے کے بعد بھی اس کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی تمام تحریکوں میں ان اکابر دیوبند کا حصہ ہے، اس کے علاوہ مسلمان جہاں جہاں مظلوم ہیں ان کے حق میں اگر کسی کی آواز اٹھتی ہے تو علمائے دیوبند ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اکابر دیوبند کے ذریعے گزشتہ زمانہ میں جو خدمت لی ہے وہ بے مثال ہے، بلا خوف و تردید کہا جاسکتا ہے کہ ہدایت کا کوئی رخ ایسا نہیں ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے منارے اور مشعلیں قائم نہ فرمادی ہوں، اسی طرح گمراہی کا کوئی پیچ و خم ایسا نہیں ہے جہاں باری تعالیٰ نے ان کے ذریعے صحیح رہنمائی کے اسباب فراہم نہ کر دیئے ہوں۔

علمائے دیوبند کے فیض سے برصغیر پاک و ہند ہی منور نہ ہوئے، بلکہ آفتابِ ہدایت کی کرنوں کا نور انڈونیشیا، برما، تھائی لینڈ، افریقہ، آسٹریلیا، امریکہ، انگلینڈ، چین، روس، فرانس، ممالکِ عربیہ، کپوڈیا، ویسٹ انڈیز، غرض دنیا کے تمام ملکوں اور علاقوں میں پہنچا، انہوں نے سنت کی خوشبوئیں پھیلائیں، توحید کی شمعیں جلائی، شرک و بدعات کا قلع قمع فرمایا، حبِ خدا اور حبِ رسول میں فقا ہو گئے، مشربِ محمدی کے وارث، مزاج صحاح سے آشنا، محدثین اور فقہاءِ عظام کی مسندوں کے امین، صوفیاء اور اولیاء اللہ کے سچے وارث اور جانشین، علماء علمائے دیوبند ہی ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے افراط و تفریط، زیغ و ضلال، اتباعِ نفس و اتباعِ ہوا سے محفوظ رکھا۔

مسلمک دیوبند

کیا مسلمک دیوبند کوئی جدید فرقہ ہے

علمائے حق علمائے دیوبند نہ صرف یہ کہ اہل السنّت والجماعت کے تمام اصول و ضوابط و قواعد کے از اول تا

آخر پابند ہیں، بلکہ انہوں نے اہل السنّت والجماعت کے متوارث ذوق کو بھی مضبوطی سے تھاما ہے، اور پھر علماء حق علماء دیوبند خود روقم کے اہل سنت نہیں ہیں بلکہ اوپر سے ان کا مکمل استناد اور سندی سلسلہ ملا ہوا ہے، اس لیے مسلک کے اعتبار سے نہ وہ کوئی جدید فرقہ ہیں، نہ بعد کی پیداوار ہیں، بلکہ وہی قدیم اہل السنّت والجماعت کا مسلسل سلسلہ ہے، جو سلف صالحین سے تسلسل و استمرار اور سند متصل کے ساتھ چلا آ رہا ہے، لہذا اہل السنّت والجماعت کے اس اصل طبقہ و جماعت یعنی علماء حق علماء دیوبند کے اس جامع اور معتدل ترین مسلک حق (اہل السنّت والجماعت) کو سمجھنے کے لیے کہ جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط ہے، نہ مبالغہ ہے نہ غلو بلکہ کمال درجہ اعتدال و جامعیت کا جو ہر پیوستہ ہے، اس کے لقب و مآخذ پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لقب اہل السنّت والجماعت دو اجزاء سے مرکب ہے،

ایک "السنة" جس سے اصول و قواعد اور طریق نمایاں ہے، اور دوسرا جزء ہے "الجماعت" اس لفظ سے ذوات و شخصیات اور رفقاء طریق نمایاں ہیں، لہذا اس سے یہ ظاہر و واضح ہوا کہ اس مسلک حق میں اصول و قوانین بغیر ذوات و شخصیات کے معتبر نہیں ہیں، (مثلاً قرآن مجید اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت کا عملی نمونہ خود آپ نے کر کے دکھایا، اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام و مجتہدین عظام وغیرہم) کیونکہ اصول و قوانین انہی ذوات قدسیہ و شخصیات عظیمہ کے واسطے اور راستے سے آئے ہیں، اور ہم تک پہنچے ہیں، اس لیے مآخذ کو لے لینا اور مآخذ کو چھوڑ دینا کوئی معقول و مستقیم مسلک نہیں ہوتا ((مثلاً کوئی یہ اعتقاد تو رکھے قرآن و حدیث اور سارا دین ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے پہنچا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرے کہ کسی صحابی کا اور سلف و ائمہ مجتہدین کا قول و فعل و فہم کوئی حجت و دلیل نہیں ہے، یہ بھی عجیب و غریب سوچ ہے جب ان کا قول و فعل و فہم کوئی حجت و دلیل نہیں ہے تو جو کچھ ان کے واسطے سے پہنچا ہے وہ کیسے حجت ہو گیا؟؟)) اس لیے حدیث ("ما انا علیہ الیوم و اصحابی" - أخرجه الترمذی و قال هذا حدیث حسن صحیح. و قال الحاكم: صحیح علی شرط مسلم) میں بہتر (72) فرقوں میں

سے فرقہ کھٹہ و فرقہ ناجیہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار حق و مدار نجات ان ہی دو چیزوں کو قرار دیا ہے، اور حق و باطل صحیح و غلط کو جانچنے اور پرکھنے کا ایک میزان صحیح متعین کر دیا، لہذا یہی مسلک علماء حق علماء دیوبند کا ہے کہ تمام صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و علماء راسخین کی عظمت و محبت و عقیدت و متابعت و ادب و احترام اس مسلک حق کا بنیادی جوہر اور لازمی وصف ہے، کیونکہ شریعت منطہرۃ کے تمام علمی و عملی شعبے بلکہ دین متین کی ساری جہتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مختلف النواع نسبتوں کے ثمرات و آثار ہیں، آپ کی نسبتوں سے دین کی چار جہتیں (دلائل) قائم ہوئیں،

1= کتاب اللہ

2= سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3= اجماع امت

4= اجتہاد مجتہد

ان سب نسبتوں کو علماء حق علماء دیوبند نے جوں کا توں من و عن لے کر اپنے مسلک حق کا رکن بنایا، اور یہ تمام نسبتیں اس مسلک حق کے عناصر ترکیبی قرار پائے، اور علماء حق علماء دیوبند کا تعلق و رجوع ان تمام شعبوں کی طرف یکساں ہے، اور کسی ایک شعبہ پر غلو (حدود سے بڑھ کر) کے ساتھ زور دینا اور راہ اعتدال چھوڑ دینا ان کا مسلک نہیں ہے۔

اس لیے علماء حق علماء دیوبند کے مُحدِّث ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ متکلم کو کم رتبہ سمجھیں، اصولی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ضوئی کو حقارت سے دیکھیں، فقیہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث سے یکسو ہو جائیں، الخ

(جاری ہے)

تلخ نامہ۔ سرسبزی علیہ السلام، داماد علیؑ، فاتح روم و ایران، خلیفہ راشد،

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

محمد عرفان الحق، اسلام آباد

چاروں طرف سناٹا چھا چکا تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں چلتا چلتا تین میل دور نکل آیا تھا۔ اچانک اسے ایک طرف آگ جلتی نظر آئی تو وہ اسی طرف ہولیا۔ قریب جا کر دیکھا تو ایک عورت چولہے پر ہنڈیا رکھے کچھ پکا رہی ہے اور قریب دو تین بچے رو رہے ہیں۔ عورت سے صورت حال دریافت کرنے پر اسے علم ہوا کہ یہ اس عورت کے بچے ہیں جو اشیاء خورد و نوش کی عدم دستیابی کے باعث کئی پہر سے بھوکے ہیں اور وہ محض ان کو بہلا کر سلانے کے لیے ہنڈیا میں صرف پانی ڈال کر ہی ابا لے جا رہی ہے۔ یہ سنتے ہی اس طویل قامت شخص کے بارعب چہرے پر تفکرات کے آثار اُمڈ آئے۔ وہ یک دم واپس مڑا اور پیدل ہی چلتا ہوا اپنے ٹھکانہ پر پہنچا۔ کچھ سامان خورد و نوش نکال کر اپنے خادم سے کہا ”اسلم! یہ سامان کی گھڑی میری پیٹھ پر لاد دو“ خادم نے جواباً کہا کہ میں اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا ہوں مگر طویل قامت اور بارعب شخصیت نے کہا: روز محشر مجھے اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا ہے۔ المختصر کہ اس نے اپنی پشت پر سامان لادا اور پیدل ہی تین میل کا فاصلہ طے کر کے اس ضرورت مند عورت اور اس کے بھوک سے بے تاب بچوں کو وہ سامان دیا۔ جب تک بچوں نے کھانا کھا نہیں لیا تب تک وہیں بیٹھا رہا۔ پھر بچوں کو کھانا دیکھ کر رات کی تاریکی ہی میں خوشی سے واپس آ گیا۔ اس طویل قامت اور بارعب شخصیت کو مسلم امہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے جو عموماً رات کو رعایا کے احوال سے آگاہی کے لیے گشت کیا کرتے۔ آپ پاکستان سے تین گنا وسیع سلطنت کے خلیفہ مگر اپنی رعایا کے احوال سے کبھی بے خبر اور لا پرواہ نہ ہوئے۔

آپ کا اسم گرامی ”عمر“، لقب ”فاروق“ اور کنیت ”ابو حفص“ ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک نویں پشت پر سیدنا محمد ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی اور آپ ستائیس

سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

چونکہ نبی کریم ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے بہت دعا فرمایا کرتے تھے اس لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر نبی ﷺ بہت خوش ہوئے اور اپنی جگہ سے چند قدم آگے چل کر آپ کو گلے لگایا اور آپؓ کے سینہ مبارک پر دست نبوت پھیر کر دعا دی کہ: اللہ ان کے سینہ سے کینہ و عداوت کو نکال کر ایمان سے بھر دے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر مبارک باد دینے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کی شوکت و سطوت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا اور مسلمانوں نے بیت اللہ شریف میں اعلانیہ نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ آپؓ وہ واحد صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اعلانیہ اسلام قبول کیا اور اعلانیہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے موقع پر طواف کعبہ کیا اور کفار مکہ کو لکار کر کہا کہ میں ہجرت کرنے لگا ہوں یہ مت سوچنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا ہے، جسے اپنے بچے یتیم اور بیوی بیوہ کروانی ہو وہ آکر مجھے روک لے، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کے آپؓ کے مقابل آتا۔

ہجرت کے بعد سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رہے۔ غزوہ بدر میں اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ غزوہ احد میں انتشار کے باوجود اپنا مورچہ نہیں چھوڑا۔ غزوہ خندق میں خندق کے ایک طرف کی حفاظت آپؓ کے سپرد تھی بعد ازاں بطور یادگار یہاں آپؓ کے نام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ غزوہ بنی مصطلق میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کافر جاسوس کو گرفتار کر کے دشمن کے تمام حالات دریافت کر کے اسے قتل کر دیا، جس کے باعث کفار پر دہشت طاری ہو گئی۔ غزوہ حدیبیہ میں آپؓ مغلوبانہ صلح پر راضی نہ ہوتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے سر تسلیم خم کیا اور جب سورہ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو یہ سورت سنائی کیونکہ اس میں بڑی خوش خبری اور فضیلت انہی کے لیے ہے۔ غزوہ خیبر میں رات پہرے کے دوران ایک یہودی کو گرفتار کیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس سے حاصل شدہ معلومات ہی فتح خیبر کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئیں۔ غزوہ حنین میں مہاجرین صحابہؓ کی سرداری حضرت عمر رضی اللہ

عنه کو مرحمت کی گئی۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کعبہ میں عمرہ یا اہتمام کی اجازت طلب کی تو نبی علیہ السلام نے اجازت کے ساتھ فرمایا: ”اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا“۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: نبی ﷺ کے اس مبارک جملہ کے عوض اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کفر و نفاق کے مقابلہ میں بہت جلال والے اور کفار و منافقین سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی و منافق کے مابین حضور انور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا مگر منافق نہ مانا اور آپؐ سے فیصلہ کے لیے کہا۔ آپؐ کو جب علم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کے بعد یہ آپؐ سے فیصلہ کروانے آیا ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر کے فرمایا: جو میرے نبی ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا میرے لیے اس کا یہی فیصلہ ہے۔ کئی مواقع پر حضور نبی کریم ﷺ کے مشورہ مانگنے پر جو مشورہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیا، قرآن کریم کی آیات مبارکہ اسی کی تائید میں نازل ہوئیں۔ ازواج مطہرات کے پردہ، قیدیان بدر، مقام ابراہیم پر نماز، حرمت شراب، کسی کے گھر میں داخلہ سے پہلے اجازت، تطہیر سیدہ عائشہؓ جیسے اہم معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے، مشورہ اور سوچ کے موافق قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ علماء و فقہاء کے مطابق تقریباً 25 آیات قرآن ایسی ہیں جو براہ راست فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

جب آپؐ تحت خلافت اسلامیہ پر متمکن ہوئے تو اعلان فرمادیا کہ: میری جو بات قابل اعتراض ہو مجھے اس پر برسرعام ٹوک دیا جائے۔ ”امیر المؤمنین“ کا لفظ سب سے پہلے آپؐ ہی کے لیے استعمال ہوا، کیونکہ آپؐ سے پہلے، خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کو ”خلیفۃ الرسول“ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ آپؐ اپنی خلافت میں رات کو رعایا کے حالات سے آگاہی کے لیے گشت کیا کرتے تھے۔ اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ 3 ہزار مقرر کیا جبکہ حضرات حسنؓ و حسینؓ کا 5،5 ہزار اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا 4 ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ آپؐ نے 17 ہجری میں سیدنا علیؓ و سیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے نکاح فرمایا اور 40 ہزار درہم مہر ادا فرمایا۔

ایرانی مجوسی بولولؤ فیروز نے نماز فجر کی ادائیگی کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مار کر شدید زخمی کر دیا۔ اور یکم محرم الحرام بروز اتوار اسلام کا یہ بطل جلیل، نبی ﷺ کی دعاء، اسلامی خلافت کا تاج دار، 63 سال کی عمر میں شہادت جیسے عظیم مرتبے پر فائز ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رومیؓ نے پڑھائی۔ روضہ نبوی میں نبی مکرم ﷺ اور خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبروں کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنائی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اللہ پاک اس عظیم المرتبت شخصیت کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

رہبرِ عمرؓ مرشدِ عمرؓ آقاِ عمرؓ مولاِ عمرؓ
 برترِ عمرؓ بالاِ عمرؓ اعلیِٰ عمرؓ اولیِٰ عمرؓ
 ذاتِ نھی پاک ﷺ پر سو جان سے عہداِ عمرؓ
 ایمان میں، ایقان میں، احسان میں یکتاِ عمرؓ
 ما بعد ختم المرسلین ﷺ کوئی نبی اٹھنا نہیں
 یہ سلسلہ چلتا اگر تو اک نبی ہوتا عمرؓ
 بادِ بہاری کی طرح گزرا عراق و روم سے
 ابو کرم بن کر اٹھا ایران پر برسا عمرؓ

گستاخ رسول ﷺ کی سزا

قرآن وحدیث کی روشنی میں

از محمد محسن حنفی

آج کل امریکہ کی ایماء پر اسلام اور اسلام پسند ملکوں پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ کسی بھی اہل علم تو کجا کسی چپل سینے والے موچے سے بھی پوشیدہ نہیں صرف اور صرف امریکہ ان لوگوں کو مسیحا دکھائے دیتا ہے جن کی آنکھوں پر ڈالروں کی عینک ہے اس کے سوا دنیا بھر میں ہر اعتدال پسند انسان چاہے وہ ہندو ہو، سکھ ہو یا عیسائی ہو سب کو یہ ظلم اور سازش ہی نظر آتا ہے۔ اسی ایماء پر اسلامی ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر سودی بینکاری کو سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں جو تقویت بخشی گئی اور اسی کو معیشت کا نظام آخر سمجھا گیا اس کا ثمر آج ہم مہنگائی کے اٹھتے ہوئے طوفان کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد امریکہ کے کہنے پر حدود آڈیننس میں تبدیلی کر کے زنا کاری اور بدکاری کی جو چھوٹ دی گئی پھر اوپر سے موبائل فون ٹیکسز نے اس پر سونے پر سہاگہ کا کام کیا، اس کا نتیجہ ہم آج پارکوں میں دیکھتے ہی یہ اشعار یاد آ جاتے ہیں کہ

ٹوپ ٹوپی کی جگہ کوٹ بجائے اچکن
داڑھی بالکل ہی صفاء مونچھ کردن فیشن
عورتیں پھرتی ہیں انداز سے بازاروں میں
لڑکیاں کھانے ہوا جاتی ہیں گلزاروں میں

بس فرق اتنا ہے کہ اب لڑکیاں گلزاروں میں اکیلے نہیں جاتی بس لڑکوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اسی طرح امریکہ کا ہدف تھا کہ قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جو آئین پاکستان کی دفعہ (c) 295 کے تحت

BLESPHEMY LAW کے نام سے موجود ہے اس میں ترمیم کر دی جائے تاکہ جو غالی قسم کے حرام کے لوگ بے دھڑک ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے پھریں اور مسلمانوں کے کان اس طرح کے جملے سن کر عادی ہو جائیں اور پھر توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے منچلوں کی طرح پھرتے رہیں۔ لیکن اللہ کی قدرت ہے کہ فاسق سے فاسق تر مسلمان بھی نادانستگی میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے لہذا وہ اس طرح کی حرکت نہیں ہرگز نہیں برداشت کرے گا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے قرآن کی حفاظت کی ہوئی ہے اس طرح اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی بھی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ لیکن کچھ لوگ جو ڈالر کے غلام ہیں انہوں نے قوم کی سب سے بڑی خدمت یہ سمجھ رکھی ہے کہ کسی طرح قانون توہین رسالت میں تبدیلی کر دی جائے تاکہ اپنے باپ امریکہ کو خوش کر سکے لیکن اللہ کی کرنی ایسی ہے کہ یہ اس میں کامیاب نہیں ہو پا رہے ہیں اور بار بار کوشش کرنے کے باوجود ناکام پھر رہے ہیں اور انشاء اللہ آگے بھی ناکام ہی رہیں گے۔ البتہ کچھ برائے نام اسکولرز جو دین کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ کر اپنے مکروہ فتوے جھاڑتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل جو کہ علماء کو کچھ جانتے ہی نہیں ان کے دل میں بے شمار شکالات پیدا ہو گئے ہیں اور ہم اہل قلم کو بھی اس پر اسی لئے قلم اٹھانا پڑ رہا ہے کہ یہ جہاد بالقلم کے ذریعے اس فتنے کی سرکوبی کی جائے۔ انشاء اللہ ہم نیچے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قرآن حدیث سے ثابت کریں گے اور ممکنہ اعتراضات جو ہماری نظروں میں آئے ہیں ان کا بھی اپنے تئیں جواب بھی دیں گے انشاء اللہ ﷻ

توہین رسالت کے مرتکب کی سزا قرآن اور تفاسیر کی روشنی میں

قبل اس کے ہم قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کو ثابت کریں ہم اپنے اس مضمون کو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہوں نے اپنے دور میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کو ثابت کرنے کے لئے بے حد مدلل کتاب لکھی اور اس کا نام ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ“ رکھا اور الحمد للہ اس میں دلائل

اور براہین کا انبار لگا کر مخالفین سزا کا پرزور رد کیا۔

دلیل (۱)

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط ذَلِكَ لَهُمْ حِزْبٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اُن کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جاویں یا سولی دئے جاویں۔ یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دئے جاویں یا زمین پر سے نکال دئے جاویں۔ یہ اُنکے لئے دُنیا میں سخت رسوائی ہے اور اُن کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

[سورة المائدة آیت ۳۳]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والے کو سزائے موت کا مستحق بتاتا ہے یا پھر دوسری سزا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائے۔ اب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے مسلمانوں کی جان ہے جب کبھی کوئی توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوچے گا بھی تو مسلمانوں میں بڑا فساد پھیلے گا لہذا اس فساد کے پھیلانے والے کی سزا ہے کہ موت کی گھاٹ اتار دیا جائے۔

دلیل (۲)

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٨﴾ يَوَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٩﴾ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ

الدِّكْرُ بَعْدَ إِذْ جَاءَ نَبِيٌّ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ:

اور جس روز ظالم (یعنی آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور) کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (دین کی راہ) پر لگ لیتا۔ ہائے میری شامت (کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس (کینخت) نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے بہکا دیا (اور ہٹا دیا) اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے۔ [سورۃ الفرقان آیت ۲۷ تا ۲۹]

اسکی تفسیر میں اس کا شان نزول عقبہ بن ابی معیط ہے [تفسیر جلالین، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بغوی، تفسیر معارف القرآن وغیرہ] جس نے امیہ بن خلف کے کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تنبیہ کی کہ اگر تو مجھے مکہ کے باہر ملے گا تو میں تجھے قتل کروں (یعنی کرواؤں گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے یوم اسے گرفتاری کی حالت میں قتل کروادیا۔ اسی طرح بے شمار آیت قرآن میں موجود ہیں۔

دلیل (۳)

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَلْعُونِينَ

أَيُّمَّا تُقِفُوا أَخَذُوا وَقَتِلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾

ترجمہ:

یہ منافقین اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ

کوان پر مسلط کریں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے۔ وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔ [سورۃ الاحزاب آیت ۶۰ اور ۶۱]

اس آیت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کر کے ارتداد کو گلے لگا کر زنادقہ بن جائے تو اس پکڑ پکڑ کر قتل کیا جائے جبکہ کوئی کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تب بھی اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جائے ﴿كَذٰلِكَ فِی لِسْنِ لِم یَنْتَه الْمُنَافِقُونَ وَالدِّینِ فِی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرجِفُونَ فِی الْمَدِیْنَةِ وَتَقْتُلُوا تَقْتِیْلًا﴾ کیونکہ مسلمان نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تب تو وہ مسلمان نہیں رہا لیکن اگر اس کے باوجود دعویٰ ایمان کرے تو منافق ہو گیا۔ اگر گستاخی کر کے رشدی کی طرح کافر ہو جائے تو مرتد ہو گیا اور اگر غیر مسلم یہ کرے تو یہ ﴿وَالْمُرجِفُونَ فِی الْمَدِیْنَةِ﴾ کے زمرے میں آئے گا کیونکہ وہ جو کبواس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کرے گا آپ ہرگز ایسے نہیں ہیں لہذا سب کے جز ایک ہوگی اور وہ یہ کہ ﴿قَتْلُوا تَقْتِیْلًا﴾ کے تحت قتل کئے جائے گے۔

دلیل (۴)

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ یُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
وَلَوْ كَانُوْا اَبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَاءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِی
مِّنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ

حِزْبُ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہونگے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

تفسیر:

تفاسیر میں اس کا شان نزول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن الجراح کو احد کے دن قتل کیا۔ اور (اس میں) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کی شان بھی ہے کہ) انہوں نے بدر کے دن اپنے خالو عاص بن ہشام بن مغیرہ کو جہنم واصل کیا۔ اور (اسی میں) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (کی بھی شان بیان ہے) کہ انہوں نے یوم بدر کو اپنے بیٹے عبد الرحمن (جو بعد میں ایمان لے لائے تھے) کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اسکے علاوہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” (یہ آیت) مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (جن کا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے بہت ملتا تھا، انکے بارے میں بھی نازل ہوئی) کیونکہ انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو (اسلام کی خاطر) قتل کیا اور حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو یوم بدر قتل کیا۔ [تفسیر کبیر از علامہ فخر الدین الرازی رحمہ اللہ، و کل کتب تفسیر] ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت لکھا کہ آیت ہذا میں لفظ ﴿وَلَوْ كَانُوا آبَانَهُمْ﴾ حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن

جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا کیونکہ انہوں نے بدر کے روز اپنے باپ کو قتل کیا (کیونکہ وہ اسلام مخالف فوج میں تھا) ﴿اَوْ اِبنائِہِمْ﴾ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ﴿اَوْ اِخوانِہِمْ﴾ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اللہ کے رضا کے لئے قتل کیا ﴿اَوْ عَشیرتِہِمْ﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ دار (خالو) کو اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں قتل کیا اور یہی لفظ حضرت حمزہ، حضرت علی اور عبیدہ بن الحارث کے لئے نازل ہوئے جنہوں نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو بدر کے روز اللہ کے لئے قتل کیا۔ واللہ اعلم

تو اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ اور دین کے کٹر دشمن کو قتل کرنے کا نہ صرف اللہ نے حکم دیا جیسا کہ پہلے سورۃ الاحزاب کی آیت ۶۰ اور ۶۱ کے حوالے لکھ چکے بلکہ اللہ اس سے راضی بھی ہوا جنہوں نے اللہ کی رضا کے لئے ان دشمنان اسلام کو قتل کیا یا اس کا ارادہ کیا۔ پھر اللہ نے یہ بات بھی بتلا دی کہ ایمان والے کبھی بھی ایسے کافروں کو اپنا دوست نہیں بناتے چاہے وہ ان کا کتنا عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا جب ایسے لوگوں کو دوست بنانے کے متعلق یہ حکم ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ خود ایسی حرکتیں کرنا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا) ایمان کا کیسا جنازہ نکالتا ہوگا [ملخص الصارم المسلول]

الحمد للہ ہم نے دلائل و براہین کی روشنی میں قرآن سے یہ بات ثابت کی کہ شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مستحق قتل ہے اور اس کی حمایت کرنے والا بھی اس گناہ میں شریک ہے لہذا اس کی سزا بھی یہی ہونی چاہیئے اگلی قسط میں ہم اس بات کو حدیث اور تاریخ سے ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ

(جاری ہے)

فجر کی دو رکعت سنتیں

تراوی بھائی

جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتیں پڑھنا جائز نہیں، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء چاروں نمازوں میں یہ حکم اجماعی ہے، البتہ فجر کی سنتوں کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک فجر میں بھی یہی حکم ہے کہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتیں پڑھنا جائز نہیں، ان حضرات کا مستدل وہ روایت جس میں آپ ﷺ کا ارشاد مقدس ہے کہ ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“ (جب نماز کھڑی ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہیں سوائے فرض نماز کے)، یہ حدیث ترمذی شریف کے کتاب الصلوة میں موجود ہے۔

لیکن فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد کے کسی گوشہ میں یا عام جماعت سے ہٹ کر فجر کی سنتیں پڑھ لینا درست ہے، بشرطیکہ جماعت کے بالکل فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ گویا یہ حضرات مندرجہ بالا حدیث کے حکم سے فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں،

حنفیہ اور مالکیہ اس مسئلہ میں دو طرح کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں، ایک تو اُن احادیث سے جن میں فجر کی سنتوں کی خاص تاکید کی گئی ہے، اور دوسرے بہت سے فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ وہ فجر کی سنتیں جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی ادا کرتے تھے، دونوں طرح کی احادیث کی تعداد کثیر ہے، جس میں سے کچھ زینتِ قرطاس کی جاتی ہیں،

فجر کی سنتوں کی تاکید کی روایات

(۱) عن عائشة رضي الله تعالى عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن على شئ من النوافل اشد معاهدة على ركعتين قبل الصبح.

(یعنی اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نوافل پڑھنے میں کسی کی ایسی محافظت اور

مداومت نہیں فرماتے تھے، جیسی کہ فجر کی (سنت کی) دو رکعت پڑھنے پر مداومت اور محافظت فرماتے تھے۔)

(۲) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شئی من النوافل اسرع منه الرکعتین قبل الفجر۔

(یعنی اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو نوافل میں فجر (کی نماز) سے پہلے کی دو رکعتوں (کی ادائیگی میں سے) زیادہ کسی اور نفل میں جلدی کرتے نہیں دیکھا۔)

(۳) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رکعتی الفجر خیر من الدنیا وما فیہا۔

(یعنی اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعت (سنتیں) دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اُس سے بہتر ہے)

(۴) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی شان الرکعتین عند طلوع الفجر لهما احب الی من الدنیا جمیعاً۔

(یعنی اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے طلوع فجر سے پہلے کی دو رکعت کی شان میں فرمایا کہ یہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔)

ان چاروں روایات کیلئے دیکھئے: (صحیح المسلم میں جلد ۱، صفحہ ۲۵۱ میں باب استحباب رکعتی سنة الفجر و الحث علیہما و تخفیفہما و المحافظة علیہما و بیان ما یستحب ان یقرء فیہما)

(۵) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل، رواہ احمد و ابو داؤد و اسنادہ صحیح۔

(اثر السنن، ص ۸۰، باب فی تاکید رکعتی الفجر)

(یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم فجر کی دو رکعتوں کو مت چھوڑو، اگرچہ تمہیں گھوڑا دھکیل رہا ہوں۔

(توضیح) یعنی اگر تمہارا جہاد میں جانے والا لشکر تمہیں دھکیل رہا ہو کہ جلدی چلو، یعنی کتنا ہی عجلت کا وقت ہو، پھر بھی ان سنتوں کو نہ چھوڑنا،

”خیل“ تو گھوڑے کو کہتے ہیں، مگر کبھی اس کا اطلاق گھڑسوار پر بھی ہوتا ہے، اور یہاں گھڑسوار سے مراد قافلہ ہے، اس حدیث کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ یہاں گھوڑے سے مراد دشمن کا گھوڑا ہے، یعنی اگرچہ دشمن کا گھوڑا تم کو دھکیل رہا ہو، اور دشمن کی جانب سے تمہیں مشقت ہو رہی ہو، پھر بھی ان سنتوں کو ترک نہ کرو۔

تعامل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱) قال مالک بن مغول قال سمعت نافعا يقول ايقظت ابن عمر لصلوة الفجر و قد اقيمت الصلوة فقام فصلى الركعتين.

(یعنی، مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فجر کی نماز کے لئے بیدار کیا، اور اس وقت جماعت کھڑی ہو چکی تھی، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہوئے، اور دو رکعت (سنتیں) پڑھیں۔)

(۲) عن ابی اسحاق قال حدثنی عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن ابیہ حین دعاہم سعید بن العاص دعا ابا موسیٰ و حذیفہ و عبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداة ثم خرجوا من عنده وقد اقيمت الصلوة فجلس عبد اللہ الی اسطوانة من المسجد فصلى الركعتين، ثم دخل فی الصلوة.

یعنی ابواسحاق سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن ابی موسیٰ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا، کہ جب سعید بن العاص نے انہیں اور، حضرت ابو موسیٰ، حضرت حذیفہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو مدعو

کیا تھا، تو وہ اُن کے ہاں سے صبح کی نماز سے پڑھنے سے پہلے نکلے، (اور جب وہ مسجد آئے تو فجر) کی نماز کھڑی ہو چکی تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں کسی ایک ستون کے آگے کھڑے ہو کر دو رکعت سنتیں پڑھنے لگے، (اور) پھر فجر کی جماعت میں داخل ہو گئے۔)

(فائدہ) امام طحاوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے، جنہوں نے اس طرح کیا (یعنی اقامت صلوٰۃ کے بعد بھی سنتیں ادا کی) اور اُنکے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے (اور یہ کبار صحابہ ہیں) اور انہوں نے اس پر کوئی تکریر نہیں کی، جو ان حضرات کی موافقت کی دلیل ہے۔“

نوٹ: اس روایت کو حافظ عبدالرزاق نے بھی مصنف میں الفاظ کے کچھ فرق کیساتھ ذکر کیا ہے،

دیکھئے: (مصنف عبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۴۴، رقم ۴۰۲۱، باب هل يصلي رلعتي الفجر اذا اقيمت الصلوة)

(۳) عن ابی عثمان الانصاری قال جاء عبد الله بن عباس و الامام في صلوة الغداة ولم يكن صلى الركعتين، فصلى عبد الله بن عباس الركعتين خلف الامام ثم دخل معهم.

(یعنی، ابو عثمان انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مسجد میں) تشریف لائے اور (اُس وقت) امام مسجد فجر کی نماز میں تھے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ابھی فجر کی دو رکعتیں سنتیں نہیں پڑھی تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے (کہیں کھڑے ہو کر) دو رکعتیں سنتیں پڑھی اور پھر لوگوں کیساتھ فجر کی جماعت میں شامل ہو گئے۔)

(۴) عن ابی الدرداء رضي الله تعالى عنه انه كان يدخل المسجد والناس صفوف في صلوة الفجر فيصلى الركعتين في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في الصلوة.

(یعنی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ فجر کی نماز کے لئے صف

بند تھے، چنانچہ وہ مسجد کے صحن میں دو رکعتیں (سنتیں) پڑھنے لگے، پھر (سنتوں کی ادائیگی) کے بعد وہ لوگوں کیساتھ فجر کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

(۵) عن ابی عثمان النهدی قال کنا نأتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الركعتین قبل الصبح و هو فی الصلوة فنصلی الركعتین فی اخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوٰتہم۔

(یعنی ابو عثمان نہدی سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے سے پہلے آئے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی جماعت میں تھے، چنانچہ ہم نے مسجد کے اخیر حصہ میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کی، اور پھر ہم لوگوں کیساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔)

ان پانچوں روایات کیلئے دیکھئے: (شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۸۳، باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوٰۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولاً یرکع)

ان تمام آثار کی اسانید صحیح ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل یہ تھا کہ وہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی فجر کی سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے، اب جب صحابہ کرام، جو قرآن مقدس کو ہم تک پہنچانے والے ہیں ان کا یہ عمل تھا، اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی اچھی طرح ان کے سامنے تھیں، اس کے علاوہ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ فجر کی سنتیں آکد السنن ہیں اور فجر میں قراءت بھی طویل ہوتی ہے، اسی لئے سنن فجر کا استثناء کیا گیا ہے۔

فوائد

(فائدہ نمبر ۱) ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“

(جب نماز کھڑی ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہیں سوائے فرض نماز کے)

اس حدیث میں ایک عام حکم ہے کہ فرض کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی جائے، لیکن اس عام حکم پر خود شوافع حضرات بھی (جو کہ فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کی ممانعت

کے قائل ہیں) پوری طرح عمل پیرا نہیں، وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص جماعت کھڑی ہونے کے بعد اپنے گھر میں سنتیں پڑھ کر چلے تو یہ شوافع کے نزدیک بھی جائز ہے، حالانکہ مذکورہ حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو کیونکہ یہ عمل بھی مذکورہ حدیث کے حکم میں داخل ہے، یعنی اس مذکورہ حدیث میں گھر اور مسجد کی کوئی تفریق نہیں ہے، گویا اُن کے ہاں گھر میں سنتیں پڑھنے کا اس حدیث کے حکم سے استثناء کیا گیا ہے اور یہ استثناء غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل کی روشنی میں ہے، اور وہ عمل یہ تھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اقامت سننے کے بعد بھی اپنے حجرے میں فجر کی سنتوں کو ادا کیا اور پھر لوگوں کیساتھ فجر کی جماعت میں شامل ہوئے۔

(مصنف عبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۴۳، رقم ۴۰۱۹، باب هل يصلي رلعتي الفجر اذا اقيمت الصلوة)
لہذا فقہاء احناف کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعامل کی بناء پر اس حدیث میں مزید تخصیص پیدا کرنا باسانی سمجھ آ جاتا ہے۔

(فائدہ نمبر ۲) ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“

(جب نماز کھڑی ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہیں سوائے فرض نماز کے)

اس حدیث کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اقامت صلوٰۃ کے بعد فوت شدہ نمازوں کا پڑھنا جائز ہو، کیونکہ ”الا المكتوبة“ (سوائے فرض نماز کے) کے الفاظ میں فوت شدہ نماز بھی داخل ہے، کیونکہ وہ بھی فرض نماز ہی ہوتی ہے، حالانکہ شافعیہ بھی اس کو جائز نہیں کہتے۔۔۔۔۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث کا حکم بالکل عام نہیں ہے۔

واللہ اعلم

توضیح مسئلہ رفع یدین

محترم ملنگ بھائی

حصہ اول

نوٹ: مکمل مضمون اور سکین صفحات دیکھنے کے لیے ہماری ویب سائٹ
اہلحق ڈاٹ کام پر موجود مضمون توضیح مسئلہ رفع یدین دیکھیں۔

تعارف:

رفع یدین کا مسئلہ شروع سے ہی ایک معرکہ الآراء مسلہ رہا ہے اور محدثین نے اپنے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے بہت سے دلائل دئے ہیں۔ آج کل غیر مقلدین کا فرقہ اس کو فرض اور واجب سمجھتا ہے اور اس پر ہی نماز کا دار و مدار رکھتا ہے ان حضرات کے نزدیک جو رفع یدین کرے اسکی نماز سنت کے مطابق ہوتی ہے اور جو رفع یدین نہ کرے اسکی نماز ہی نہیں ہوتی۔ رفع یدین ہوا اور حضور اکرم ﷺ نے کیا اسکو ہم مانتے ہیں، ساری عمر کیا وفات تک کیا اسکو ہم نہیں مانتے غیر مقلدین مانتے ہیں اور اصول الذی یثبت امرأً زائداً فهو المدعی کے مطابق غیر مقلدین مدعی بنے اور ہم مدعی علیہ اور البینۃ علی المدعی کے مطابق دلیل غیر مقلدین کے ذمہ ہوگی وہ ہمیں دلیل پیش کریں کہ حضور اکرم ﷺ آخری عمر تک رفع یدین کرتے تھے وفات تک کیا اور جو رفع یدین نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوگی۔ چونکہ غیر مقلدین صرف قرآن اور حدیث کو ماننے کے دعوے دار ہیں اسی لیے وہ دلیل صرف قرآن اور حدیث سے پیش کریں گے۔

رفع یدین ترک ہو چکا:

ہم اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی رفع یدین کو ترک (ترک اور نسخ میں کوئی فرق نہیں) مانتے ہیں۔ محدثین نے بھی رفع یدین کو ترک کہا ہے اور موخر مانا ہے مثال کے طور پر امام نسائی نے اپنی کتاب میں پہلے "رفع یدین" کا

باب ذکر کیا ہے اور بعد میں "ترک رفع الیدین" کا یعنی امام نسائی بھی رفع یدین کے ترک کو موخر مانتے ہیں (سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۵۸) اسی طرح سنن الکبریٰ میں بھی ایک باب ہے الرخصة فی ترک ذلک یعنی اسکے ترک کی اجازت کے بارے میں۔ (سنن الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، کتاب التطبیق، باب ۱۸-۲۰)، اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی کتاب میں پہلے "باب رفع الیدین" قائم کیا ہے اور پھر "باب من لم یذكر الرفع" اگرچہ ترک کا لفظ استعمال نہیں کیا لیکن پھر بھی ہمیں پتا چلتا ہے کہ رفع الیدین کو مقدم اور ترک رفع کو موخر سمجھتے ہیں۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)

پس ثابت ہوا کہ ترک اور نسخ میں کوئی فرق نہیں اور محدثین بھی رفع کو ترک مانتے ہیں۔

ترک رفع پر غیر مقلدین کے گھر سے دلائل:

غیر مقلدین جو ہر وقت یہ شور مچاتے ہیں کہ جو رفع یدین نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوئی آئے دیکھتے ہیں کہ انکے بڑے اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ میں فرماتے ہیں:

کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے، کیونکہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں، دلائل دونوں طرف ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جماعت غیر مقلدین کے بڑے اونچے عالم اور مجدد وقت تھے، ان کی کتاب روضہ الندیہ غیر مقلدین کے یہاں بڑی معتبر کتاب ہے، نواب صاحب اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"رفع یدین وعدم رفع یدین نماز کے ان افعال میں سے ہے جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا ہے، اور سب سنت ہے، دونوں بات کی دلیل ہے، حق میرے نزدیک یہ ہے کہ دونوں سنت ہیں۔۔۔ (صفحہ ۱۴۸)۔"

اور اسی کتاب میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں ولا یلام تارکہ و ان ترکہ مد عمرہ (صفحہ 150)۔ یعنی

رفع یدین کے چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کی جائے گی اگرچہ پوری زندگی وہ رفع یدین نہ کرے۔ غیر مقلدین کے بڑے اکابر بزرگوں کی ان باتوں سے پتا چلا کہ ان لوگوں کے نزدیک رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور دونوں سنت ہیں، اب سچے اہلحدیث ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ یہ حضرات دونوں سنتوں پر عامل ہوتے مگر ان کا عمل یہ ہے کہ ایک سنت پر تو اصرار ہے اور دوسری سنت سے انکار ہے، بلکہ دوسری سنت پر جو عمل کرتا ہے اسکو برا بھلا کہا جاتا ہے، سنت پر عمل کرنے والوں کو برا بھلا کہنا کتنی بڑی گمراہی ہے، آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کسی حنفی نے رفع یدین کرنے والوں کو اس کے رفع یدین کرنے پر برا بھلا کہا ہو۔

کیا یہ لوگ غیر مقلدین کے بزرگ نہیں ہیں؟

جب ہم غیر مقلدوں کو ان کے ان بزرگوں کے حوالے دیتے ہیں تو وہ آگے سے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگ نہیں ہم انکی بات کو نہیں مانتے۔ تو پھر ہمیں غیر مقلدین سے چند سوالات پوچھنے کی ضرورت پڑے گی۔

۱۔ آپ اپنے ان علماء کی لسٹ دیں جنکو آپ مانتے ہیں۔

۲۔ کیا آپ نے کوئی اعلان عام شائع کروایا جس میں اپنے مکتبوں کو کہا ہو کہ ان لوگوں کی کتابیں چھاپنا بند کر دو ہمیں آج ۱۰۰ سال بعد پتا چلا ہے کہ یہ لوگ ہمارے اکابر نہیں۔

۳۔ کیا آپ نے کوئی اعلان عام اپنے خطیبوں کو بھی بھیجا ہے جن میں ان لوگوں کو اپنے علماء کہہ کر بیانات اور تقریروں میں ذکر کرنے سے منع کیا گیا ہو؟؟؟

۴۔ کیا اس اعلان عام پر آپ کے جمہور علماء کے دستخط تھے؟؟

اگر ایسا ہوا ہے تو ہم آپکی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آپکے اکابر میں سے نہیں ورنہ پوری جماعت میں

سے کسی ایک شخص کی براءت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

۵۔ نیز آپ اپنے ان علماء کے بارے میں کیا کہتے ہیں جنہوں نے آپ کے ان بزرگوں کی تحسین و توثیق کی ہے؟

اعتراض:-

غیر مقلدین اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر تم دیوبندیوں کے جواب میں ہم ممتیوں کی عبارات پیش کریں تو تم مانو گے؟

الجواب:-

ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم نے تو ممتیوں کا رد لکھا ہے انکے رد میں ہمارے اکابر نے کتابیں لکھی ہیں اور ان سے مناظرے کئے ہیں اور یہ سب کر کے عوام کو بتایا ہے کہ یہ لوگ دیوبندی نہیں تم لوگوں بتاؤ اب صدیق حسن خاں اور علامہ وحید الزماں کے رد میں ایک کتاب تو کیا ایک صفحہ ہی دکھا دو۔ تمہارے علامہ داؤد راز صاحب تو خود علامہ وحید الزماں کے ترجمہ بخاری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی لیے تمہارا عین مناظرے کے وقت یہ کہنا کہ ہم ان لوگوں کو نہیں مانتے تمہاری شکست اور بھگوڑے پن کی دلیل ہے۔

نوٹ:- جہاں کہیں ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ غیر مقلدوں نے اپنے ان بزرگوں کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، وہ غیر مقلدین کے بھگوڑے پن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عین مناظرے کے وقت بھگوڑے بن کر اپنے اکابر کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جب کوئی غیر مقلد ایسا کرے تو آپ اس سے یہ ہی سوالات پوچھیں جو اوپر درج ہیں۔

متعہ منسوخ اور رفع یدین:

اسی سے ملتا جلتا ایک اعتراض غیر مقلدین یہ کرتے ہیں کہ متعہ منسوخ ہو چکا اور شیعہ جو اسکے قائل ہیں ان پر تم دیوبندی کفر کا فتویٰ لگاتے ہو لیکن تمہارے شافعی، مالکی، اور حنبلی بھائی جو رفع یدین کرتے ہیں ان پر کیا فتویٰ لگاتے ہو۔ (امام مالک اور رفع یدین سے متعلق ایک مستقل باب آگے چل کر آ رہا ہے۔)

متعہ کی تفسیر قرآن سے ثابت ہے اور یہ ایک مستقل موضوع ہے اور اسکا نسخ کچھ نہیں۔ متعہ کو منسوخ نہ کہنا قرآن کا انکار ہے۔ اور اسکے برعکس کوئی دلیل موجود نہیں۔ ہمارے نزدیک رفع یدین متعارض فیہا مسئلہ ہے اور اس مسئلہ میں مجتہد اجتہاد کر کے تطبیق بین النصوص دیتا ہے اور مقلد اپنے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں نے تطبیق بین النصوص اس طرح دی کہ رفع یدین غیر اولیٰ ہے اور ان کے بعد والے دو مجتہدین نے اس طرح دی کہ رفع کرنا اولیٰ ہے، غرض فرج، واجب اور سنت چاروں کے نزدیک نہیں۔ اب ہمارے نزدیک مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا حق ہے تو چاروں اپنے اپنے مجتہدین کے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں اسی لیے ہم کسی پر کوئی حکم نہیں

لگاتے۔ غیر مقلدین کا معاملہ اسکے برعکس ہے۔ ایک تو وہ مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنے کے خلاف ہیں انکا دعویٰ ہے کہ ہر شخص خود مجتہد ہے اسی لیے ان سے بحث کی جاتی ہے اور بات تو یہ ہے کہ بحث ہم شروع بھی نہیں کرتے ہر جگہ لازم ہی ٹولہ ہی شور مچاتا ہے کہ جو رفع نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوتی تو ہمیں جواب دینا پڑتا ہے۔

کیا رفع یدین پر 400 احادیث ہیں؟

غیر مقلدین اکثر شور مچاتے ہیں کہ احناف رفع یدین کی 400 احادیث کے انکاری ہیں۔ اس بارے میں سچ تو یہ ہے کہ رفع یدین پر 400 احادیث ہیں ہی نہیں بلکہ یہ بھی غیر مقلدین کے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے۔

الزامی جواب:-

کسی بارے میں احادیث کی کثرت اسکو فرض یا واجب نہیں بناتی۔ اسی لیے غیر مقلدین کا یہ شور مچا کر رعب ڈالنا کے چار سو احادیث ہیں ایک بچگانہ بات ہے۔ رفع یدین کی احادیث کی کثرت سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا غیر مقلدین کہتے ہیں کہ چار سو احادیث ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر پندرہ سو بھی ہوں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا نہ ہی ہم پر فرض یا واجب ہوگا کہ ہم ان پر عمل کریں۔ اسکو مثال سے ایسے سمجھیں کہ اگر کوئی دس یا پندرہ احادیث آپکو احادیث

کی مختلف کتابوں سے دکھائے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو کیا آپ یہ شور مچائیں گے کہ دیکھو دیکھو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تم کیوں خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہو۔ اسی طرح سے دیگر احادیث اس طرح کی پیش کی جاسکتی ہیں۔

تحقیقی جواب:-

اصل میں غیر مقلدین کے نزدیک ہر سند کے ساتھ ایک حدیث ہوتی ہے چنانچہ مولانا ربیع احمد ندوی غیر مقلد مدرس جامع سلفیہ بنارس اپنی کتاب "قصہ ایام قربانی کا" کے صفحہ 32 پر لکھتے ہیں۔

"اس متواتر المعنی حدیث نبوی کی اگر ایک سو معتبر سندیں مانی جائیں تو اصول حدیث سے لازم آتا ہے کہ ایک سو احادیث نبویہ قربانی کے چار ایام ہونے کی دلیل ہیں بلفظ دیگر ایک سو نصوص شرعیہ اس موقف پر دلالت کرتے ہیں کہ ایام قربانی چار ہیں"

اب دیکھیں کہ کیسے غیر مقلدین کے اصول میں ایک حدیث کی ایک سو بنتی ہیں اب جس طرح یہ ایک حدیث کی ایک سو بنا سکتے ہیں ویسے ہی 4 کی 400 بھی بنا سکتے ہیں۔

امام بخاریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں امام بخاریؒ کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک رسالہ ہے، مگر ان چھ لاکھ احادیث والے امام المحدثین امام بخاریؒ نے اس رسالہ میں صرف 17 صحابہ کے بارے میں فرمایا ہے

یروى عن سبع عشر نفسا من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم كانوا ايرفعون ايديهم عند الركوع وعند الرفع منه

یعنی صحابی کرام میں سے سترہ حضرات رفع یدین کرتے تھے۔

اسی سے آپ 400 احادیث کے افسانہ کا اندازہ لگالیں جب امام بخاریؒ جیسا محدث بھی صرف 17 صحابہ سے زیادہ کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں کرتا۔ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ (جیسا کہ عام طور پر

مشہور ہے) میں سے 25 صحابہ کرام سے بھی صحیح سند سے کوئی غیر مقلد رفع یدین کی روایت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر جامعہ سلفیہ والے محقق کا نسخہ استعمال کیا تو 5 لاکھ صحابہ سے بھی رفع یدین ثابت کیا جاسکتا ہے۔

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ رفع یدین کی 400 احادیث ہیں لیکن امام بیہقی جیسے ماہر فن محدث جو خود بھی رفع یدین کے قابل تھے کو بھی آخر کار یہی کہنا پڑا کہ رفع یدین کے سلسلہ میں لائق احتجاج صرف 15 احادیث ہیں۔ لیکن علامہ یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ مزید چھان بین کرو گے تو تم کو صرف 6 حدیثیں ہی قابل احتجاج نظر آئیں گی۔ (معارف السنن جلد 2 صفحہ 467)۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان چھ احادیث میں سے بھی غیر مقلدین کے مطلب کی صرف 3 احادیث رہیں گی اس لیے کہ ان چھ احادیث میں سے بعض احادیث میں سجدوں کے رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ جو کہ غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف اور بقول غیر مقلدین خاص کر علی بن گروپ کے سب کی سب ضعیف ہیں اور کچھ احادیث ایسی ہیں جن میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں۔ جب کہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ اس موقع پر بھی رفع یدین ہے۔ غرض ہزار ہا ہزار احادیث میں سے رفع یدین کے بارے میں جو احادیث منقول ہیں غیر مقلدین کے کام کی صرف 3 ہی ہو سکتی ہیں لیکن جب انکی بھی تحقیق ہوگی تو وہ بھی کالعدم ہو جائیں گی اور غیر مقلدین کے پاس صرف شور شرابا باقی رہ جائے گا۔

(ملخص از ارمغان حق جلد 1 صفحہ 99-97)۔

رفع یدین کے دوام پر کان کی بحث :

غیر مقلدین کے جہلاء اکثر ہمارے بھائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری میں رفع یدین پر صحیح احادیث کی موجودگی کے باوجود احناف رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔ اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول کے صفحہ 209 پر حکیم صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے "کان یصلی استمرار کے لیے آتا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ ہمیشہ کرتے تھے۔ کان یرفع کے الفاظ میں بھی استمرار یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے کہ حضور ساری عمر رفع یدین کرتے رہے۔"

الزامی جواب:-

اس کے بارے میں سب سے پہلے تو یہ اصول یاد رکھیں کہ ثبوت وجود الشیء لا یستلزم وجوب الشیء یعنی کسی چیز کے وجود کا ثبوت اسکے واجب ہونے کو ثابت نہیں کرتا۔ بخاری اور دیگر کتب کے اندر رفع یدین پر جو احادیث ہیں وہ اسکے وجود کے ثبوت کے طور پر تو استعمال کی جاسکتی ہیں کہ ہاں رفع یدین ہوا لیکن رفع یدین فرض یا واجب ہے اسکے لیے یہ احادیث کافی نہیں۔

لطیفہ:- ایک مجلس میں رفع یدین پر گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے یہی اصول ثبوت وجود الشیء لا یستلزم وجوب الشیء کو رکھ کر بات کی تو ایک لاندہ بی اس بات پر بڑا سیخ پا ہوا اور کہنے لگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کی اور تم نہیں کرتے اٹے سیدھے اصول بنا رکھے ہیں احادیث کو رد کرنے پر، تو میں نے کہا آپ یہ اصول توڑ دیں اور کتب احادیث میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد اپنی بیوی کا بوسہ لیا آپ نماز سے پہلے ہی بیوی کو کہا کریں کہ ابھی سب کام چھوڑو مجھے مسجد جانا ہے آؤ پہلے یہ واجب پورا کر لیں۔

تحقیقی جواب:-

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح (صحیح البخاری) کے اندر رفع یدین پر جو روایات جمع کی ہیں ان میں ایک عبد اللہ ابن عمرؓ کی روایت ہے اور ایک مالک بن حویرثؓ کی۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی روایت میں روایت مذکور ہے یعنی کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مواقع پر ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں صنع کا لفظ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا۔ اتنی سی بات سے کسی کو اختلاف یا انکار نہیں ہو سکتا لیکن رفع یدین کی ترجیح اور دوام کے لیے اتنی سی بات استدلال کے لیے کافی نہیں۔

ان باتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل ہوا ہے لیکن یہ روایات رفع یدین کا دوام بالکل بھی ثابت نہیں کرتیں نہ ہی یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تھا۔

امام بخاریؒ کی ایک روایت میں کان کا لفظ بھی ہے جس سے یہاں سو دلیں صاحب استدلال کر رہے ہیں کہ ہمیشہ

دوام کے لیے آتا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث پاک میں کان یفعل سے استمرار کا ثبوت ضروری نہیں، اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بھی کوئی عمل کیا تو راوی اس کو کان یفعل سے تعبیر کر دیتا ہے، امام نووی نے متعدد مقامات پر اس کی وضاحت کی ہے، جیسے باب صلوٰۃ اللیل (مسلم جلد 1، صفحہ 154) میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کان یصلی ثلاث عشرة رکع، یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وهو جالس "کان یصلی" سے استمرار کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے لیکن نووی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے وتر کے بعد دو رکعتوں کا جواز معلوم ہوا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مواظبت (ہیشگی) نہیں فرمائی، بلکہ یہ فعل آپ سے ایک دو بار یا چند بار ثابت ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ولا تفتقر بقولها "کان یصلی" فان المختار الذی علیہ الا کثرون والمحققون من الاصولین ان لفظ کان لا یلزم منها الدوام ولا التکرار۔ الخ (مسلم جلد 1 صفحہ 254)۔

اور تمہیں حضرت عائشہؓ کے قول "کان یصلی" سے دھوکہ نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ اکثر علماء اور علم اصول کے ارباب تحقیق کا مسلک مختار یہ ہے کہ لفظ "کان" سے نہ دوام لازم آتا ہے اور نہ تکرار۔ الخ۔

پھر انھوں نے لکھا کہ یہ تعبیر اپنی اصل وضع کے اعتبار سے دوام و تکرار کا تقاضہ نہیں کرتی، پھر انھوں نے مثال دے کر اس کی مزید وضاحت کی۔

اس لیے پہلی بات تو یہ ہے "کان یرفع" سے دوام پر استدلال ممکن ہی نہیں، محض استمرار پر بھی استدلال کرنا کمزور بات ہے، اس کو اردو زبان میں یوں سمجھے کہ "کان یفعل" کا ترجمہ ہوا، آپ ایسا کرتے تھے، اب ایسا کرنا علی الدوام تھا، یا اکثریت کے ساتھ تھا، یا گا ہے گا ہے تھا، کان یفعل ہر صورت میں صادق ہے۔ لیکن اگر ہم آپ کی رعایت سے یا خارجی دلیل کے سبب استمرار پر دلالت تسلیم بھی کر لیں تو دوسری بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زائد اتنا ہی ثبوت تو فراہم ہوا کہ یہ عمل دسیوں بات ہو یا سینکڑوں بار ہوا، لیکن اتنی بات سے مقصد ثابت نہیں ہوتا،

مقصد یعنی رفع یدین کی ترجیح، تو وہ اس عمل کے دوام پر نیز رفع یدین کے آخر حیات تک برقرار رہنے، یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہونے کے ثبوت پر موقوف ہے۔ اور یہ باتیں اس روایت سے کیا کسی بھی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔

حدیث مسند ابو عوانہ کی بحث:

امام ابو عوانہ نے مسند میں "رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ قبل التکبیر بحذاء منکبہ وللرکوع ورفع راسہ من الرکوع وانہ لا یرفع بین السجدتین" کے عنوان کے تحت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک مرفوع حدیث بیان کی تھی۔

حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفیان بن عیینة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع لا یرفعهما وقال بعضهم ولا یرفع بین السجتيدين.. والمعنى واحد محدث ابو عوانہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن ایوب مخزومی اور سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو تینوں نے حدیث بیان کی اور انہوں نے فرمایا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی انہوں نے زہری سے اور انہوں نے سالم سے اور وہ اپنے باپ ابن عمر سے روایت کی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے کاندھوں کے برابر اور جب ارادہ کرتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تو آپ رفع یدین نہ کرتے اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ سجدتین میں بھی رفع یدین نہ کرتے مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہے۔

غیر مقلدین اس میں لا یرفعہما کو زبردستی بعد والے الفاظ سے ملاتے ہیں ”جب ارادہ کرتے رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ رفع یدین نہ کرتے“ یہ مکمل ایک جملہ ہے لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ جملہ ایسے نہیں

بلکہ صرف اتنا ہے "جب ارادہ کرتے رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ" اس سے آگے جو آپ رفع یدین نہ کرتے غیر مقلدین بضد ہیں کہ اسکے اگلے جملے کے ساتھ ملایا جائے تو پھر ایسے بن جائے گا رفع یدین نہ کرتے اور بعضوں نے کہا کہ آپ سجدوں میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے اب غور کیا جائے غیر مقلدین کے بنائے ہوئے جملہ میں سب سے پہلے جو "رفع یدین نہ کرتے" کے الفاظ ہیں وہ بالکل مہمل (یعنی جس کا کوئی مطلب نہ ہو) بنتے ہیں۔ اور جملہ بہت بے ڈھنگا سا ہو جاتا ہے۔ یہ ضد صرف علیزئی گروپ والے اسی لیے کر رہے ہیں کہ پھر اس سے جو کچھ بھی ہو حدیث کا مطلب یہ نکلے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ لیکن اگر جملہ ایسے ہو جیسا کہ وہ اصل میں ہے "جب ارادہ کرتے رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ رفع یدین نہ کرتے"۔ تو مطلب یہ بنے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ جملہ اسی طرح ہے جیسے میں نے بتایا کیونکہ اگر حدیث کو بالکل ویسے بھی پڑھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے کندھوں کے برابر اور جب ارادہ کرتے رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ رفع یدین نہ کرتے اور بعضوں نے کہا کہ آپ سجدوں میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس میں کہیں بھی کومہ یا فل سناپ نہیں ہے اسکو ایسے پڑھنے سے بھی وہی مطلب نکلتا ہے جو میں بتا رہا ہوں۔ اسکے علاوہ اسی باب کی دوسری حدیث میں "یرفعہما" کے الفاظ ہیں۔ جس سے پتا چلا کہ جب رفع کا اثبات آئے گا تو یرفعہما سے پہلے لا کا لفظ نہیں آئے گا مزید تفصیل کے لیے سکین صفحہ دیکھ لیں۔

مسند ابی عوانہ کے نسخوں میں فلا اور ولا کی بحث:

جب غیر مقلدین کو اس بارے میں اور کچھ نہیں ملتا تو شور مچاتے ہیں کہ حنفیوں نے مسند ابی عوانہ کی حدیث میں تحریف کردی اور الفاظوں کو بھی بدلہ جیسا کہ کچھ غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ غیر مقلدین بحث کرتے ہیں کہ حدیث میں جہاں "واذا ارادا یرفع و بعد ما یرفع راسہ من الركوع فلا یرفعہما" یعنی اور

جب ارادہ کرتے حضور اکرم ﷺ کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھائیں تو رفع یدین نہیں کرتے۔
 غیر مقلدین شور مچاتے ہیں کہ یہاں "فلا" نہیں بلکہ "ولا" ہے۔ اور علیزئی کذاب نے اپنی کتاب میں ایک دو
 نسخوں کے سکین لگا کر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ یہاں ف نہیں بلکہ و ہے۔ ہم نیچے اسی طرح سکین صفحات لگا کر
 یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہاں ف نہیں بلکہ و ہے۔
 (سکین فورم پر ملاحظہ فرمائیں)

ایک نکتہ:-

اسکے علاوہ ایک نکتہ یاد رکھیں کہ ف اگر ہو تو بات ٹھیک ہے اگر ولا فریغہما بھی ہو تو بھی ہماری بات صحیح ہوگی کیونکہ اذا
 شرط ہے اسی لیے ف ہونے کی صورت میں جزا ماننا پڑے گا اور اگر اذا کے لیے جزا نہ ہو تو عبارت کا مطلب نامکمل
 رہے گا اسی لیے "لا فریغہما" کا تعلق ماقبل سے ہے اور مابعد سے نہیں ہے۔
 (جاری ہے)

متوجہ ہوں

- ☆ ادارے کا کسی مضمون نگار کے مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
 - ☆ مضمون بھیجنے والے حضرت اپنا مضمون ہر اسلامی ماہ کی بیس تاریخ تک ادارے کو مضمون بھیج دیں۔
 - ☆ مضمون کا اردو اینچ فائل (inPage File) میں ہونا ضروری ہے۔
 - ☆ رد باطلہ اور مسلک اہلحق کی ترویج پر مشتمل مضامین کو ترجیحی بنیادوں پر شائع کیا جائے گا
- اپنے مضامین مندرجہ ذیل ای میل آئی ڈیز پر بھیجیں